www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مکتوبات کی روشنی میں ....

مولانا شبلی نعمانی نے "الکلام" میں شاہ ولی اللہ کے حوالے سے اِسی انداز کی بات تحریر کی تھی کہ امام وقت کو حالات و ضروریات کے تحت شعار تعزیرات اور انتظامات وغیرہ میں تعبیرِ جدید کا حق حاصل ہے۔ علامہ اقبال کو یہ عبارت بڑی کھٹکی اور وہ اس میں مضمر خطرات سے چونک پڑے، جس کا اظہار انہوں نے مولانا سید سلیمان ندوی کے نام ایک مکتوب میں کیا، فرماتے ہیں

"جناب کا ارشاد اس بارے میں کیا ہے؟ علیٰ ہذا القیاس ارتفاقات میں شاہ ولی اللہ صاحب کی تشریح کے مطابق تمام تدابیر جو سوشل اعتبار سے نافع ہوں، داخل ہیں۔ مثلاً نکاح و طلاق کے احکام وغیرہ۔ اگر شاہ صاحب کی عبارت کی یہ تشریح صحیح ہے تو حیرت انگیز ہے۔ اگر ان معاملات میں تھوڑی بہت ڈھیل بھی دی جائے تو سوسائٹی کا کوئی نظام نہ رہے گا، ہر ایک ملک کے مسلمان اپنے اپنے دستور و مراسم کی پابندی کریں گے" ("اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں" ص 198-199)

اس کے جواب میں مولانا سید سلیمان ندوی نے حسب ذیل جواب دیا

"مولانا شبلی مرحوم نے شاہ (ولی اللہ) صاحب کے الفاظ کے جو وسیع معنی قرار دیے ہیں، صحیح نہیں" (حوالہ مذکور)

مولانا سید سلیمان ندوی نے "الکلام" کے حاشیے پر بھی اپنے استاذ علامہ شبلی نعمانی کی رائے کی تردید کی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے شاہ ولی اللہ کی عبارت نقل کر کے اس سے حسبِ ذیل استدلال کیا تھا

"اس اصول سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ شریعت اسلامی میں چوری، زنا، قتل وغیرہ کی جو سزائیں مقرر کی گئی ہیں، ان میں کہاں تک عرب کے رسم و رواج کا لحاظ رکھا گیا ہے اور یہ کہ ان سزاؤں کا بعینہا اور بخصوصہا پابند رہنا کہاں تک ضروری ہے"

مولانا سید سلیمان ندوی اس کی تردید میں لکھتے ہیں

"مصنف نے شاہ صاحب کے مقصود میں بڑی وسعت پیدا کر دی ہے۔ چوری، زنا اور قتل کی جو سزائیں ہیں وہ قرآن پاک کے منصوص احکام ہیں، جن میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ مقصود تعزیرات سے ہے جو امام کی رائے کے سپرد ہیں، جیسے یہ کہ شرابی کی سزا یا اور دوسرے غیر منصوص انتظامی احکام، جیسے وزراء کا تقرر، امراء کا نصب اور جنگ کے سامان و

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اسلحہ اور طریقے وغیرہ دوسرے سیاسی و انتظامی مسائل' جن میں عربی خصائل و دستور کی پابندی کی ضرورت نہیں" ـــــ ("الکلام" ص 120' مطبع اعظم گڑھ 1941ء)

علامہ اقبال نے شبلی نعمانی کے استدلال سے متعلق تو استفسار نہیں فرمایا' لیکن یہ استدلال شاہ ولی اللہ کی جس عبارت پر مبنی تھا' اس کی بابت استفسار فرمایا اور اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ اس استدلال کو اگر وسعت دے دی گئی اور اس میں ڈھیل دے دی گئی تو اسلامی سوسائٹی کا سارا نظام ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائے گا۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد خطوط ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ اس بارے میں علمائے اسلام کے بالکل ہمنوا تھے کہ قرآن و حدیث کے منصوص احکام میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ ایک اور مکتوب میں ترکی کے اس "اجتہاد" کے بارے میں جس کی رُو سے قرآن کے منصوص حکم میں تبدیلی کر کے مرد و عورت کو وراثت میں یکساں قرار دے دیا گیا تھا' مولانا سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں

"میں نے جو حِصص کے متعلق آپ سے دریافت کیا تھا' اس کا مقصد یہ نہ تھا کہ میں ان حصص میں ترمیم چاہتا ہوں بلکہ خیال یہ تھا کہ شاید ان حصص کی ازلیت و ابدیت پر آپ کوئی روشنی ڈالیں گے۔ میرے نزدیک اقوام کی زندگی میں "قدیم" ایک ایسا ہی ضروری عنصر ہے جیسا کہ "جدید" بلکہ میرا ذاتی میلان قدیم کی طرف ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اسلامی ممالک میں عوام اور تعلیم یافتہ لوگ دونوں طبقے علومِ اسلامیہ سے بے خبر ہیں۔ اس بے خبری سے آپ کی اصطلاح میں یورپ کے "معنوی استیلاء" کا اندیشہ ہے جس کا سدباب ضروری ہے۔ میرا ایک مدت سے یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان' جو سیاسی اعتبار سے دیگر ممالک اسلامیہ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے' دماغی اعتبار سے ان کی بہت کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ اسلامی ہند کی آئندہ نسلوں کی نگاہوں میں "ندوہ" علی گڑھ سے زیادہ کار آمد ثابت ہو" ـــــ ("اقبال' سید سلیمان ندوی کی نظر میں" ص 188)

علامہ کے ان مکاتیب سے واضح ہے کہ وہ

○ ـــــ اسلاف کی تعبیر سے ہٹ کر شریعت کی ایسی تعبیر کو پسند نہیں کرتے تھے جس سے تجدد کو بال و پَر مہیا ہوں اور یوں ملتِ اسلامیہ کی وَحدت پارہ پارہ ہو جائے اور ہر اسلامی ملک میں جُدا جُدا شریعتیں بن جائیں' جیسا کہ منتخب نمائندگان کو حقِ اجتہاد عطا کر دینے کے نتیجے میں اس کا غالب امکان ہے۔

○ ـــــ وہ "جدید" کے مقابلے میں "قدیم" کو زیادہ اہمیت دیتے تھے اور ان کا قلبی میلان اِسی طرف تھا' جس کا مطلب بھی یہی ہے کہ شوقِ جدت میں وہ قدیم ورثے اور اسلامی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

روایات و اقدار سے ہاتھ دھونا پسند نہیں کرتے تھے، بلکہ "جدید" سے اس طرح استفادے کے قائل تھے کہ جس سے "قدیم" سے کوئی تعلق نہ ٹوٹے، جیسا کہ علمائے کرام کا موقف ہے۔

○ .... نیز علومِ اسلامیہ سے بے خبری ان کے نزدیک یورپ کے "معنوی استیلاء" کے مترادف تھی، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قانون سازی، اجتہاد اور تعبیر شریعت جیسے نازک اور کٹھن فرائض کی ادائیگی کے ذمے دار اگر ایسے لوگ ہو گئے جو انگریزی اور دنیوی تعلیم سے تو آراستہ ہوں لیکن دینی علوم سے بے بہرہ ہوں تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ مغرب کی ہر چیز کو اپنانے کے جنون میں مبتلا ہو جائیں گے اور فرنگی مدنیت کی تقلید ہی ان کا منتہائے مقصود اور مطلوب نظر بن جائے گی۔ اپنے اشعار میں انہوں نے اس نکتے کی خوب وضاحت کی ہے۔ چنانچہ علامہ اسلامی ممالک میں "تجدید" کے علمبرداروں کے بارے میں اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ "تجدید" جسے اب "اجتہاد" کا عنوان دیا جا رہا ہے، کہیں تقلیدِ فرنگ کا بہانہ نہ بن جائے۔

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ

وہ تجدید و اصلاح کے علمبرداروں کی بے بضاعتی اور تہی مائیگی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

ع

میں ہوں نومید تیرے ساقیانِ سامری فن سے
کہ بزمِ خاوراں میں لے کے آئے ساتگیں خالی

نئی بجلی کہاں ان بادلوں کے جیب و دامن میں
پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی

وہ مشرق کی اسلامی اقوام کو ملامت کرتے ہیں جن کا منصب قیادت و امامت کا تھا لیکن وہ پست درجہ کی شاگردی اور ذلیل قسم کی نقالی کا کردار ادا کر رہی ہیں۔

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ یہ

"غالباً ترکوں کی طرف اشارہ ہے" .... (نقوش اقبال۔ ص 81)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اسی ضمن میں مصطفےٰ کمال کے انقلاب و اصلاح کی سطحیت اور اس کی فکری کھنگی اور یورپ کی نقالی کی مذمت علامہ نے "جاوید نامہ" میں کی ہے' وہ اشعار پہلے نقل کیے جا چکے ہیں۔

اور اسرارِ خودی میں فرماتے ہیں:

عقلِ تو زنجیریٔ افکارِ غیر
در گلوئے تو نفس از تارِ غیر

بر زبانت گفتگو ہا مستعار
در دلِ تو آرزو ہا مستعار

قمریانت را نوا ہا خواستہ
سرو ہایت را قباہا خواستہ

بادہ می گیری بجام از دیگراں
جام ہم گیری بوام از دیگراں

آفتاب استی یکے در خود نگر
از نجوم دیگراں تابے مخر

تاکجا طوفِ چراغِ محفلے
ز آتش خود سوز اگر داری دلے

ص 161-160

اس کا مطلب ڈاکٹر یوسف حسین خاں بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں۔

"جب کوئی گروہ اپنی تہذیب اور اپنی روایاتِ ملیہ پر اعتماد نہیں رکھتا تو ضرور ہے کہ وہ حوصلہ مند قوم کا غلام ہو جائے' جو قوم اپنی عقل کو دوسروں کے افکار کی زنجیر میں گرفتار کر لے اور اپنے دل کی آرزوؤں تک کو دوسروں سے مستعار لینے میں تامل نہ کرے' وہ دنیا میں نیابت الٰہی کے حق سے کبھی عہدہ بر آ نہیں ہو سکتی۔ اقبال کو اپنے ہم مشربوں سے شکایت ہے کہ ان کے خیالات دوسروں کے افکار کے رہینِ منت ہیں' ان کی گفتگو دوسروں سے مستعار لی ہوئی ہے اور ان کی قمریوں کی نوا اور سرو کی قبا تک دوسروں سے مانگی ہوئی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہے۔ بھلا اس طور پر وہ کیسے عروج و ترقی کا خواب دیکھ سکتے ہیں" (روحِ اقبال ص (144-143)

اور غلامانِ یورپ سے گلہ کرتے ہوئے کہتے ہیں

معلوم کسے ہند کی تقدیر کہ اب تک
بے چارہ کسی تاج کا تابندہ نگیں ہے

جاں بھی گروِ غیر' بدن بھی گروِ غیر
افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

ترکی کے مصطفےٰ کمال اور ایران کے رضا شاہ پہلوی کے اقدامات سے بھی بالآخر علامہ ناامید ہو گئے تھے' جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے' اسی سلسلے میں انہوں نے درج ذیل شعر میں بھی اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔

نہ مصطفےٰ نہ رضا شاہ میں نمود اسکی
کہ روحِ شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی

خالدہ ادیب خانم (ترکی کی مشہور صحافیہ) جو مصطفےٰ کمال کی شریک کار تھیں اور ہندوستان میں آکر انہوں نے کئی لیکچر دیئے تھے جن میں کمالی اصلاحات و اجتہادات کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی تھی' علامہ نے اس پر بھی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ جاوید اقبال لکھتے ہیں

"خالدہ ادیب خانم کے چند لیکچر جامعہ ملیہ میں ہوئے جن کا ہندوستان کے اخبارات میں خوب چرچا بھی ہوا کیونکہ ان کا زاویہ نگاہ خالصتاً سیکولر تھا۔ اقبال کی رائے ان کے متعلق یہ تھی کہ

"مشرق کی روحانیت اور مغرب کی مادیت کے متعلق جن خیالات کا اظہار خالدہ ادیب خانم نے اپنے لیکچروں میں کیا ہے' ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ بہت محدود ہے"

.... (زندہ رود' ج 3 ص - 546)

اس تفصیل سے واضح ہے کہ علامہ کے نزدیک بھی اسلامی قضایا یا معاملات میں اجتہاد صرف انہی اہل علم و ماہرین شریعت کا حق ہے جن کی عمریں قرآن و حدیث کی تعلیم و

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تدریس اور اس پر غور و فکر میں گزری ہیں۔ ہر کہ ومہ کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا۔ اگر ایسا کیا گیا تو اس کا نتیجہ تقلیدِ فرنگ کے سوا کچھ نہیں نکلے گا۔

حالات کے مطابق شریعت کی تعبیرِ نو یا اس کا انطباق؟

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کی بھی وضاحت کر دی جائے کہ عصری مسائل و مشکلات کے حل کے لئے جو مساعی اور جدوجہد کی جائے اس کا عنوان کیا ہو گا؟ راقم کے خیال میں اس کا عنوان تطبیقِ شریعت ہونا چاہیے، تعبیر شریعت نہیں۔ کیونکہ شریعت کی تعبیر تو عہد رسالت و عہد صحابہ میں مکمل ہو چکی ہے۔ البتہ ہر دور میں شریعت کا انطباق حالات و مقتضیات کے مطابق علمائے کرام اور فقہاء و مجتہدین کرتے رہے ہیں اب شریعت کی اس سلفی تعبیر سے انحراف کی اجازت نہیں دی جا سکتی جس کے مطابق اسلام کے ادوارِ خیرالقرون میں عمل ہوتا رہا ہے تاہم اس کی روشنی میں عصری مسائل کا انطباق بھی ایک اجتہادی امر ہے جو اجتہاد کے مسلّمہ اصول و قواعد اور اسلام کے کلیات و ضوابط کے دائرے میں رہتے ہوئے بروئے کار لایا جائے گا۔

"تعبیرِ شریعت" ایک مغالطہ انگیز اصطلاح ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس کا متبادر مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اب زمانہ بہت تبدیل ہو چکا ہے اور آج کا معاشرہ عہدِ رسالت و عہدِ صحابہ کے معاشرے سے بہت مختلف ہے اس لئے اِس دور کے احکام و قوانین بعینہٖ آج کل کے دور اور معاشرے میں نہیں چل سکتے، اس لئے ان کی نئی تعبیر ضروری ہے اور اس طرح ہر اہم اسلامی حکم میں ردو بدل اور ترمیم و تنسیخ کا جواز تلاش کیا جا رہا ہے۔ اور "تعبیرِ شریعت" کی اصطلاح استعمال کرنے والوں کے ذہن میں فی الواقع یہی جذبہ و روح کار فرما ہے، وہ مقتضیات و ضروریاتِ وقت کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنا پسند نہیں کرتے بلکہ شریعت کو توڑ مروڑ کر یا اس میں کتربیونت کر کے اپنے پسندیدہ سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔

یہ نقطہ نظر بنیادی طور پر ایک دائمی و ابدی دین کے خلاف ہے۔ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دین اِسلام اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے اور قیامت تک کے لئے انسانیت کی نجات اسی دین سے وابستہ کر دی گئی ہے اللہ تعالیٰ قیامت تک آنے والے حالات سے بھی آگاہ تھے، وہ ایسے دین کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ضروری قرار نہیں دے سکتے تھے جس کی تعلیمات چند صدیوں کے بعد مقتضیاتِ زمانہ کے ساتھ دینے سے اور نئے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نئے پیش آمدہ حالات سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت سے عاری ہوتا۔ بنا بریں ہمارا پختہ یقین ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات میں کسی دور میں بھی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں' ہر دور کے تقاضے اس سے پورے کیے جا سکتے ہیں بشرطیکہ ایمان و اخلاص کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ کوئی مشکل ایسی نہیں جس کا حل نہ نکل سکے اور کوئی تقاضا ایسا نہیں جس سے وہ عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ اگر ہمارے حکمرانوں کے فکر و نظر کے پیمانے کارگہ مغرب کے ڈھلے ہوئے نہ ہوتے' اگر ان کے قلب و دماغ شاہدِ تہذیبِ مغرب کی عشوہ طرازیوں سے مسحور نہ ہوئے ہوتے اور ان کے ذہن ساحرانِ یورپ کے افسوں سے مرعوب نہ ہوئے ہوتے تو عصرِ حاضر میں بھی شریعت اسلامیہ کا انطباق چنداں مشکل کام نہیں تھا اور نہ ہے۔

بیاں میں نکتہ توحید آتو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

مسلمہ اسلامی تعبیرات کے خلاف نئی تعبیر کی کوشش "اجتہاد" نہیں "انتشار" ہے

چند سال قبل مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور کے زیر اہتمام شائع ہونے والے سہ ماہی مجلّہ "منہاج" نے ایک "اجتہاد نمبر" شائع کیا تھا۔ اس موقعے پر ادارہ "منہاج" نے ایک سوال نامہ بھی مرتب کیا تھا جس کے جوابات اہل علم سے طلب کیے تھے اس میں ایک سوال یہ بھی تھا۔

"قیاس و استنباط کے علاوہ' کیا قرآن و سنت کے احکام کی تعبیر بھی اجتہاد کہلائے گی؟"

اس کا جو جواب راقم نے اس وقت دیا تھا' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں بھی نقل کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ جواب حسبِ ذیل تھا

"قرآن و سنت کے احکام کی جو تعبیر اسلافِ امت یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے دور (جسے فرمانِ نبویؐ کی روشنی میں دورِ خیرالقرون کہا جاتا ہے) سے مسلّم چلی آرہی ہے' اس کے خلاف دوسری تعبیر کی قطعاً اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ قرآن و سنت کے مفاہیم و مطالب کو ان سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا جن کی آنکھوں کے سامنے قرآن اترا اور اس کی عملی تشکیل انہوں نے نمونہ محمدی اور تشریح محمدی کی صورت میں اپنی آنکھوں سے دیکھی یا اپنے کانوں سے سنی اور تابعین و تبع تابعین کا زمانہ بھی چونکہ صحابہ کرام سے متصل ہے نیز خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس زمانے خیرو بھلائی کی وضاحت کی ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اس لئے تابعین و تبع تابعین کا فہم قرآن بھی معتبر ہے کہ انہوں نے براہِ راست قرآن و حدیث کے احکام کی وہ تعبیر دیکھی اور سُنی جو صحابہ کرامؓ نے بلاواسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی اور اس کے مطابق اسلامی معاشرے کی عملی تشکیل کی۔

اس لئے قرآن و احادیث کے احکام کی وہی تعبیر معتبر ہے جو دورِ خیرالقرون سے مسلّم چلی آرہی ہے اس تعبیر کے خلاف کسی دوسری تعبیر کی کوشش "اجتہاد" نہیں "انتشار" کہلائے گی اور متجدِّدین اور مغرب زدہ طبقہ اسی "انتشار" کو "اجتہاد" کے نام پر اسلامی معاشرے میں فروغ دے رہا ہے' جس کا سدِباب انتہائی ضروری ہے ورنہ دین اسلام بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا"

(سہ ماہی "منہاج" لاہور "اجتہاد نمبر" ص ۷۱' ۲' جنوری ۱۹۸۳ء)

(4)- اجتہاد کی اہمیت و ضرورت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔

چوتھی بات مقالہ زیر بحث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہونا محض فسانہ ہے یہ بات بالکل درست ہے۔ اجتہاد کی اہمیت ہر دور میں مسلّم رہی ہے اور حالات و مقتضیات کے مطابق اجتہادی عمل بھی جاری رہا ہے اور آج بھی اس کی اہمیت ' افادیت اور ضرورت کا کوئی منکر نہیں ہے۔ اسی "اجتہاد نمبر" میں ایک سوال یہ بھی تھا

"قانون سازی کے عمل میں اجتہاد کو کیا مقام حاصل ہے؟"

اس کے جواب میں راقم نے اس وقت جو کچھ کہا تھا' حسب ذیل ہے

"غیر منصوص معاملات میں شارع کی مرضی و منشا کے مطابق قانون سازی ہی کا نام قیاس و استنباط اور اجتہاد ہے' جس کی ضرورت عہدِ صحابہؓ بلکہ عہدِ رسالت سے اب تک مسلّم ہے۔ جب اجتہاد ایسی اہم چیز ہے کہ ہر دور میں اس کی ضرورت ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس کا مقام بھی بہت اونچا ہے اس لئے اجتہاد کو فقہ اسلامی کی رُوح اور اس کے لئے سرچشمہ حیات قرار دیا جائے تو بجا ہے۔ کیونکہ اجتہاد کو مقصدِ اسلام اور اس کے خصائص کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اسلام کے مقصد اور اس کی خصوصیات کو سمجھ لیا جائے اس کے بعد اجتہاد کی اہمیت اور اس کا مقام بھی ازخود واضح ہو جائے گا۔

اسلام کا مقصد پوری انسانیت کی صلاح و فلاح ہے جو اس کے تمام انفرادی و اجتماعی حالات کو شامل اور اس کے حاضر و مستقبل پر حاوی ہو۔ اسلام کے متعلق ہر مسلمان کا بجا طور پر یہی عقیدہ ہے اور ہونا بھی چاہیے اور اسلام کی خصوصیات یہ ہیں کہ یہ آخری شریعت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہے، اس کا نبی آخری نبی اور اس پر نازل شدہ کتاب آخری کتاب ہے، اب نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ کوئی نئی کتاب اور شریعت۔ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی نجات و فلاح اب اِسی آخری شریعت اسلامیہ سے وابستہ ہے۔

دوسری خصوصیت اس کی عالم گیریت ہے اس کی تعلیمات کسی زمان و مکان کے ساتھ مخصوص نہیں، کسی زبان و نسل تک محدود نہیں بلکہ اس کی تعلیمات آفاقی اور عالم گیر ہیں۔

تیسری خصوصیت اس کی استیعابیت ہے یعنی شرعی احکام اور اس کے قواعد و ضوابط تمام پیش آمدہ مسائل اور جملہ ممکن الوقوع حوادث کو محیط ہیں اور اس لائق ہیں کہ ہر زمانے اور ہر جگہ کی قانونی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ چنانچہ علمائے اسلام نے کتب فقہ اور دیگر مقامات میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ موجودہ اور آئندہ زمانے میں کوئی ایسا حادثہ وقوع پذیر ہونے والا نہیں ہے جس کے حل کے لئے شریعت اسلامیہ میں کوئی ایسی نص نہ ہو جس کی روشنی میں اس کا حل ممکن نہ ہو اور وہ فقہ اسلامی کے احکام پنجگانہ یعنی ایجاب (وجوب) استحباب، اباحت، کراہت یا تحریم کے تحت نہ آسکتا ہو۔

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام کا مقصد تمام انسانیت کی فلاح و بہبود ہے اور اس کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر ممکن الوقوع حادثے اور مسئلے کا حل اس میں موجود ہے تو اس سے ازخود یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ اسلام میں اجتہاد ناگزیر امر ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر پیش آمدہ مسائل کا حل ممکن ہی نہیں۔ مسائل و حوادث تو غیر متناہی ہیں، جب کہ آیات واحادیث متعلقہ احکام محدود ہیں، اس صورت میں اجتہاد کا دروازہ بند کر دینے کا مطلب یہ ہو گا کہ فقہ اسلامی پر جمود طاری ہو جائے اور وہ نئے حوادِث اور جدید مشکلات کا حل پیش کرنے سے قاصر رہے اور ظاہر بات ہے کہ یہ بات اسلام کے اس مقصد اور خصوصیات کے منافی ہے جس کی وضاحت سطورِ بالا میں کی گئی ہے اس پہلو کی وضاحت علامہ شہرستانی اس طرح کرتے ہیں

وبالجملة نعلم ايضاً ويقيناً ان الحوادث والوقائع فى العبادات والتصرفات مما لايقبل الحصر والعد ونعلم ايضاً قطعاً انه لم يرد فى كل حادثة نص ولايتصور ذلك، ايضا والنصوص اذا كانت متناهية والوقائع غير متناهية ولايتناهى لايضبطه مايتناهى علم قطعاً ان الاجتهاد والقياس واجب الاعتبار حتى يكون بصدد كل حادثه اجتهاد۔

(الملل والنحل، ج ۱، ص ۳۴۸، طبع ۱۹۴۸ء مصر)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یعنی "عبادات اور معاملات میں حوادث اس کثرت سے پیش آتے ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ اور ہم یہ قطعی طور پر جانتے ہیں کہ ہر حادثے میں نص موجود نہیں ہے اور نہ ایسا ہونا ممکن ہی ہے (کہ ہر حادثے سے متعلق نص ہو پس جب نصوص متناہی ہیں اور حوادث غیر متناہی اور یہ بھی مسلّم ہے کہ متناہی چیز غیر متناہی کو ضبط نہیں کر سکتی اور نہ اس پر حاوی ہو سکتی ہے تو اس سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ "قیاس و اجتہاد کا اعتبار ضروری ہے تاکہ ہر حادثے کے لئے اجتہاد کیا جا سکے"

(مجلّہ "منہاج" لاہور۔ "اجتہاد نمبر" ص ۲۶۹؛ ۲۷۰)

اسلامی مملکت میں قانون سازی کا دائرہ عمل محدود اور مشروط ہے

یہاں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اسلامی ریاست میں قانون سازی کی گنجائش ضرور ہے لیکن مغربی جمہوریتوں کی طرح اس میں قانون سازی کا یہ حق غیر محدود نہیں' محدود ہے۔ غیر مشروط نہیں' مشروط ہے۔ مغرب کے جمہوری نظام میں قانون سازی کا یہ حق عوام کو حاصل ہے' ان کی اکثریت جس چیز کو پسند یا ناپسند کرے گی اس کو قانون کی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ لیکن ایک اسلامی ریاست میں قانون سازی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تسلیم کیا گیا ہے' اس لئے وہاں کے مسلم عوام اللہ کے پسند و ناپسند کو نظرانداز کر کے اپنے طور پر کوئی قانون سازی نہیں کر سکتے۔ وہاں قانون سازی کا دائرہ عمل محدود و مشروط ہے۔

چنانچہ اسلامی معاشرے و ریاست میں حسب ذیل صورتوں مین قانون سازی (اجتہاد) کی گنجائش ہے۔

۱۔ جن معاملات میں شریعت بالکل خاموش ہے۔ نہ براہ راست ان کے متعلق کوئی حکم ہے اور نہ ان سے ملتے جلتے معاملات ہی کے متعلق کوئی ہدایت ملتی ہے۔

۲۔ ایسے معاملات' جن کے بارے میں اگرچہ کوئی شرعی نص نہیں ہے۔ لیکن ان سے ملتے جلتے معاملات کے بارے میں شریعت کا حکم موجود ہے۔

اول الذکر معاملات میں اس انداز سے قانون سازی کی جائے گی جو اسلام کی روح اور اس کے اصول عامہ سے مطابقت رکھتی ہوگی۔

ثانی الذکر معاملات میں قانون سازی کی صورت یہ ہوگی کہ احکام کی علتوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر ان تمام معاملات میں ان کو جاری کیا جائے گا جن میں وہ علتیں پائی جائیں گی اور ان معاملات کو ان سے مستثنیٰ ٹھہرایا جائے گا جن میں وہ علتیں نہیں پائی جاتیں

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

۳۔ علاوہ ازیں ایک تیسری قسم قانون سازی کی یہ بھی ہے کہ اسلامی احکام کی تدوینِ نو کی جائے اور ہر ہر باب کو شق وار اور دفعہ وار مرتب کیا جائے' جس طرح آج کل کے دساتیر اور قوانین ہیں۔ اس کی مثال قانونِ قصاص و دیت وغیرہ ہیں جو اسلامی نظریاتی کونسل اور دیگر حکومتی اداروں نے مل کر مرتب کئے ہیں۔

تاہم یہ اجتہاد یا قانون سازی صرف وہی اہل علم اور ماہرین شریعت کریں گے جو اجتہاد کے اوصاف و شرائط کے حامل ہوں گے' کسی پارلیمنٹ یا اسمبلی کے نمائندے محض نمائندگی کی بنیاد پر اس کے اہل نہیں ہوں گے جیسا کہ مقالہ زیر بحث میں اس امر پر زور دیا گیا ہے۔

(5) عصری مسائل و مشکلات کا حل اجتماعی اجتہاد ہی میں مضمر ہے

پانچویں بات مقالے میں یہ کہی گئی ہے کہ انفرادی اجتہاد صحیح نہیں' عہد حاضر میں اجتہاد و تعبیرِ نو قانون ساز اسمبلی کا اختیار ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اجتہاد انفرادی ہو یا اجتماعی' واقعہ یہ ہے کہ جب تک اجتماعی اجتہاد کی کوئی صورت نہیں بنتی' عصری مسائل و مشکلات کا حل ممکن نہیں' اس لئے اجتماعی اجتہاد ناگزیر ہے۔ لیکن فاضل مقالہ نگار نے فکر اقبال کے حوالے سے اجتماعی اجتہاد کی جو صورت تجویز کی ہے وہ انتہائی غیر معقول اور ناقابلِ قبول ہے' جس پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

اجتماعی اجتہاد کی صحیح صورت یہ ہے' جسے راقم اس سے قبل بھی "منہاج" کے "اجتہاد نمبر" میں پیش کر چکا ہے کہ

"عالم اسلام کے فاضل علماء کی ایک ایسی کمیٹی تشکیل دی جائے جو اپنے اسلامی کردار اور زہد و وَرَع میں بھی ممتاز ہوں اور اس لحاظ سے مسلم عوام میں قابل اعتبار گردانے جاتے ہوں اور وہ قرآن کے علوم اور احادیث رسولؐ پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ چاروں مذاہب فقہ کی کتابوں پر بھی دسترس رکھتے ہوں۔ وہ ہر ہر فقہ کی دو دو اہم اور بنیادی کتابیں سامنے رکھیں ۔ مثلاً" فقہ حنفی سے المبسوط اور البدائع والصنائع' فقہ مالکی سے مؤطا امام مالک اور المدوّنہ الکبریٰ' فقہ شافعی سے کتاب الامّ اور شرح مہذّب' فقہ حنبلی سے المغنی لابن قدامہ اور کشاف القناع اور فقہ ظاہری سے المحلّی لابن حزم اور فقہ الحدیث سے صحیح بخاری اور دوسری کُتب صحاحِ ستہ اور ان کی شروح۔ ان کتابوں میں ردّوبدل یا مزید کمی بیشی ممکن ہے۔ یہ ایک سرسری سا خاکہ ہے جس میں مزید رنگ و روغن بھرا جا سکتا ہے ۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ان متبحر علماء کی کمیٹی میں جدید علوم و فنون یعنی اقتصادیات و اجتماعیات، قانون و تجارت وغیرہ جملہ علوم عصریہ کے ایسے ماہرین بھی شامل کئے جائیں جو عقیدہ و عمل کے لحاظ سے سچے اور کھرے مسلمان ہوں۔ تعلیم جدید نے ان کی ایمانی بنیادوں کو متزلزل نہ کیا ہو۔ بلکہ وہ عصری مسائل کا ادراک و شعور رکھنے کے ساتھ ان کے شرعی حل کا احساس و جذبہ اور دلی تڑپ بھی رکھتے ہوں تاکہ علمائے شریعت جدید عصری معاملات اور فنی (ٹیکنیکل) مسائل میں ان کی رائے اور تفصیلات پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھا سکیں اور جدید مسائل کی تہہ تک پہنچنے میں علماء کو آسانی ہو۔

مذکورہ فقہی کاوشوں سے استفادہ کرتے ہوئے اور علم جدید سے بہرہ وَر دیانت دار لوگوں کی رائے اور معلومات کو سامنے رکھ کر کھلے دل و دماغ سے اجتہادی مسائل کا حل اس اجتماعی طریقے سے نکالا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم عصری مسائل کو شرعی احکام کے ساتھ تطبیق نہ دے سکیں اور ان کا مناسب حل تلاش نہ کر سکیں"

(سہ ماہی "منہاج" لاہور، ص ۲۸۵-۲۸۶)

(6) اجتہاد کا صحیح طریقہ

چھٹی چیز مقالے میں یہ بیان کی گئی ہے کہ

"قومی اسمبلی کو فقہی مسالک سے بالا ہونا چاہیے اور کسی بھی فقہی مسلک کی بالادستی اس پر نہیں ہونی چاہیے"۔

یہاں "قومی اسمبلی" کی بجائے اہل علم و فکر کی کمیٹی ہونی چاہیے۔ کیونکہ ارکانِ اسمبلی اجتہاد کے اہل نہیں۔ اجتہاد صرف وہی کریں گے جو اس کے اہل ہوں گے قطع نظر اس بات کے کہ وہ منتخب ہوں یا نامزد بلکہ ایسے اونچے درجے کے اہل علم کو تلاش کرکے نامزد ہی کرنا پڑے گا، وہ انتخابی عمل کی کھکھیڑوں اور اس کی کٹھنائیوں سے گزرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔

البتہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اجتہادی کمیٹی کو فقہی مسالک سے بالا ہونا چاہیے اور کسی بھی فقہی مسلک کی بالا دستی اس پر نہیں ہونی چاہیے، بالکل صحیح ہے۔ اجتہاد کسی ایک فقہ کے محدود دائرے میں محصور ہو کر کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اس نکتے کی وضاحت بھی راقم "منہاج" کے "اجتہاد نمبر" میں ایک سوال "اجتہاد کا صحیح طریق کیا ہے؟" کے جواب میں کر چکا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں دوبارہ پیش کر دیا جائے۔ راقم نے لکھا تھا کہ اجتہاد کے دو طریقے چلے آرہے ہیں، جس کی وضاحت شاہ ولی اللہ کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل و فتاوٰی بردو وجہ بودند' یکے آنکہ قرآن و حدیث و آثار صحابہ جمع می کروند وازاں جا استنباط می نمودند و ایں اصل راہ محدثین است۔ و دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمع ازائمہ تنقیح و تہذیب آں کروہ اند یادگیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا۔ بس ہر مسئلہ کہ واردمی شد جواب آں از ہمہ قواعد طلب می کروند و ایں طریقہ اصل راہ فقہا است و غالب بر بعض سلف طریقہ اولیٰ بود و بر بعض آخر طریقہ ثانیہ (مصفی' ج ۱' ص ۴)

ترجمہ :۔ "سلف میں استنباط مسائل (اجتہاد) کے دو طریق تھے' پہلا یہ کہ قرآن و سنت اور آثار صحابہؓ جمع کئے گئے اور ان کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل پر غور کیا گیا۔ یہ محدثین (اہل الحدیث) کا طریقہ تھا۔ دوسرا طریقہ یہ کہ (قرآن و حدیث اور آثار صحابہ کی بجائے) ائمہ کے منقح اور مہذب کردہ قواعد کلیہ کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا گیا۔ اور اصل ماخذ (قرآن و حدیث) کی طرف توجہ کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی۔ یہ فقہاء کا طریقہ ہے' سلف میں سے ایک گروہ پہلے طریق کا پابند ہے اور ایک گروہ دوسرے طریق کا"

اور "عقد الجید" میں شاہ صاحب نے اہل الحدیث (محدثین) کے بھی دو گروہوں کا ذکر کیا ہے ' ایک محققین فقہائے اہلحدیث اور دوسرے ظاہری اہلحدیث' اور اہل ظواہر کو محققین اہل حدیث سے الگ قرار دیا ہے اور ان ظاہریوں کی علامت یہ بتلائی ہے کہ وہ قیاس و اجماع کے قائل نہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب محققین فقہائے اہلحدیث کے طرز اجتہاد و استنباط مسائل کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

> "محققین فقہائے اہل حدیث (محدثین) کا یہ طریقہ تھا اور ایسے لوگ کم ہیں' اور یہ لوگ علیحدہ ہیں ظاہری اہلحدیث سے جو نہ قیاس کے قائل ہیں نہ اجماع کے"

(عقد الجید مع ترجمہ مسلک مروارید۔ ص ۴۴' طبع مجتبائی دہلی)

اور حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب نے انہی محققین فقہائے اہلحدیث کے ان قواعد کا تذکرہ فرمایا ہے جو ان کے نزدیک تطبیق بین النصوص' استنباط مسائل' اجتہاد و رائے کے لئے معیار اور بنیادی اصول ہیں ۔ جن کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

> "جب قرآن مجید میں کوئی حکم صراحتًہ موجود ہو تو

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اہلحدیث کے نزدیک کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں۔

اگر قرآن مجید میں تاویل کی گنجائش ہو اور مختلف مطالب کا احتمال ہو تو حدیث کا فیصلہ ناطق ہوگا۔ قرآن کا وہی مفہوم درست ہوگا جس کی تائید سنت سے ہوتی ہو۔

اگر قرآن مجید کسی حکم کے متعلق خاموش ہو تو عمل حدیث پر ہوگا۔ وہ حدیث چاہے فقہاء کے درمیان مشہور و معروف ہو یا کسی شہر کے ساتھ مخصوص ہو، یا کسی خاندان یا کسی خاص طریقے سے مروی ہو، اور چاہے اس پر کسی نے عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو وہ حدیث (بشرط صحت) قابل استناد ہوگی۔ جب کسی مسئلے میں حدیث مل جائے تو کسی امام اور مجتہد کی پروانہ کی جائے گی، نہ کوئی اثر قابل قبول ہوگا۔ جب پوری کوشش کے باوجود کسی مسئلے میں حدیث نہ ملے تو صحابہ و تابعین کے فتووں پر عمل کیا جائے گا اور اس میں کسی قوم اور شہر کی قید یا تخصیص نہیں ہوگی۔

اگر خلفاء اور جمہور فقہاء متفق ہو جائیں تو اسے کافی سمجھا جائے گا۔ اگر فقہاء میں اختلاف ہو تو زیادہ متقی و عالم اور زیادہ حفظ و ضبط رکھنے والے شخص کی حدیث قبول کی جائے گی یا پھر جو روایت زیادہ مشہور ہوگی اسے لیا جائے گا۔

اگر علم و فضل، ورع و تقویٰ اور حفظ و ضبط میں سب برابر ہوں تو اس مسئلے میں متعدد اقوال متصور ہوں گے، جن میں سے ہر ایک پر عمل جائز ہوگا۔

اگر اس میں بھی اطمینان بخش کامیابی نہ ہو تو قرآن و سنت کے عمومات، اقتضاء اور ایماءات (اشارات) پر غور کیا جائے گا اور مسئلہ زیر بحث کے نظائر کے حکم کو دیکھا جائے گا اور حکم استخراج کیا جائے گا۔ اصولِ فقہ کے مروجہ قواعد پر اعتماد نہیں کیا جائے گا بلکہ طمانیتِ قلب اور ضمیر کے سکون پر اعتماد کیا جائے گا، جس طرح متواتر روایات میں اصل چیز راویوں کی کثرت اور ان کی حالت نہیں بلکہ اصل شئے دل کا اطمینان اور سکون ہے۔ یہ اصول پہلے بزرگوں (صحابہ و تابعین) کے طریق کار اور ان کی تصریحات سے ماخوذ ہیں"

اس کے بعد شاہ صاحب علیہ الرحمتہ نے ان آثار کا ذکر کیا ہے جن میں ان اصولوں کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جن میں اولیت قرآن و حدیث اور آثار صحابہؓ کو دی گئی ہے

(حجتہ اللہ البالغہ۔ ج ۱، ص ۱۴۹)

ہمارے خیال میں اجتہاد کا یہ طریقہ جسے شاہ صاحب نے تفہیمات میں بین بین اور عقد الجید میں محققین فقہائے اہل حدیث کا طرز بتلایا ہے جس میں ظاہریوں کی طرح قیاس صحیح اور باقاعدہ اجتہاد کا انکار ہے نہ اہل علم فقہاء کی صحیح فکری کاوشوں سے اعراض ہے اور نہ جامد

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مقلدین کی طرح نصوص قرآن و حدیث سے بے اعتنائی اور ان میں توجیہات بعیدہ اور تاویلاتِ رکیکہ کی ترغیب ہے یہی طریقۂ اجتہاد صحیح ہے۔

اس تفصیل کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم فقہ حنفی (جس کے ماننے والوں کی ہمارے ملک میں اکثریت ہے) اور دیگر فقہوں سے استفادے کے قائل نہیں۔ ہمارے نزدیک فقہاء کی یہ فقہی کاوشیں صد احترام ہیں جن کا استخفاف مقصود نہیں۔ تاہم اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ فقہاء نے اپنے اپنے حالات اور عُرف کے مطابق اجتہاد کیا اور شرعی احکام مستنبط کیے۔ اب حالات کے تقاضے اور ان کی نوعیتیں مختلف ہیں۔ عُرف بدل چکے ہیں اور نئی تہذیب و تمدن اور ان کی بو قلمونیت نے بہت سی نئی مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں۔ ان حالات میں گزشتہ صدیوں کے فقہاء کے اجتہادی احکام کو مِن و عَن نافذ کرنے پر اصرار کوئی معقول طریقہ نہیں ہوگا۔ نہ اکثریت و اقلیت کا راگ الاپنا مناسب ہے۔ اصل چیز قرآن و حدیث کی برتری اور عوام کی سہولت ہے۔ اس نقطہ نظر کے بعد چاہے بنیاد فقہ حنفی کو بنا لیا جائے لیکن استفادہ دیگر فقہوں سے بھی کیا جائے اور جو فقہی مسئلہ موجودہ زمانے کے مقتضیات سے زیادہ ہم آہنگ اور اَرفق بالناس ہو اسے اپنا لیا جائے، قطع نظر اس سے کہ وہ مسئلہ فقہ حنفی کا ہو، یا فقہ شافعی کا، فقہ مالکی کا ہو یا فقہ حنبلی کا۔ اس طریقے سے اس تقلیدی جمود، حزبی تعصّب اور گروہ بندی کی بھی حوصلہ شکنی ہو گی جس کو اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ باور کرایا جاتا ہے اور جس سے لادینی عناصر غلط فائدہ اٹھا کر اسلامی نظام کے نفاذ کو ٹالتے چلے آ رہے ہیں اور اس طرح عصری مسائل کا حل بھی سہل تر ہو جائے گا''۔

(سہ ماہی ''منہاج'' ص ۲۸۱۔۲۸۵)

(7) صحابہ کرامؓ کا اجماع حجتِ شرعیّہ ہے، جس سے انحراف کی اجازت نہیں

ساتویں بات مقالے میں یہ کہی گئی ہے کہ کسی امرِ واقعی کے بارے میں تو صحابہ کرام کا اجماع حجت ہے جیسے معوذتین کے بارے میں اختلاف ہوا کہ یہ قرآن کا حصہ ہیں یا نہیں، تو صحابہ نے متفقہ طور پر فیصلہ دیا کہ یہ قرآن کا حصہ ہیں۔ لیکن کسی امرِ قانونی کے بارے میں صحابہ کرام کا اجماع حجت نہیں۔ اس صورت میں یہ مسئلہ محض تعبیر د اجتہاد کا ہے، جس میں ان سے مختلف اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔

لیکن صحابہ کرامؓ کے اجماعی مسائل میں امرِ واقعی اور امرِ قانونی کے درمیان تفریق کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ دلائل شرعیہ مطلقاً ہر معاملے میں صحابہ کرامؓ کے اجماع کو حجت

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گردانتے ہیں اور اس سے انحراف کی اجازت نہیں دیتے۔ صحابہ کرامؓ کے بعد منعقد ہونے والے اجماع کی حجیت پر تو پھر بھی اختلاف ہے لیکن صحابہ کرامؓ کے اجماعِ حقیقی پر اہل سنت کے کسی بھی مکتب فکر اور کسی بھی مجتہد کا اختلاف نہیں۔ بنابریں صحابہ کرامؓ کے اجماع سے گریز کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ جس طرح شریعت کی تعبیر میں ان کی رائے اور تعبیر سب سے زیادہ اہم ہے جس کی موجودگی میں دوسری تعبیر صحیح نہیں' اس طرح کسی بھی مسئلے میں صحابہ کی اجماعی رائے سے گریز غیر صحیح اور ناقابل قبول ہے۔

علامہ کا نظریۂ اجتہاد مسلم قوم کے لئے ناقابلِ قبول ہے

مقالہ مذکور میں باتیں تو اور بھی ہیں جن پر گفتگو ہو سکتی ہے لیکن جو باتیں زیادہ اہم تھیں' ان پر ضروری گزارشات پیش کر دی گئی ہیں۔ آخر میں دوبارہ راقم علامہ اقبال کے افکار کے بارے میں یہ عرض کرے گا کہ ان کے وہ افکار جس میں وہ جمہور امت سے منفرد رائے رکھتے ہیں' ان کو زیر بحث لانے سے گریز کیا جائے۔ کیونکہ ان کی عظمت تو ان کی لازوال شاعری کی مرہون منت ہے' ان کے تفردات و شذوذ کی وجہ سے نہیں۔ ہر عظیم شخصیت سے کچھ فکری تسامحات کا صدور بھی ہو جاتا ہے جن سے اس کی عظیم شخصیت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ البتہ اس کے فکری تسامحات کو ہی اس کی عظمت کی بنیاد ثابت کرنے کی کوشش کی جائے تو اس سے یقیناً اس کی عظمت متاثر ہوتی ہے۔ اس لئے علامہ کے شذوذ و تفردات پر جو ان کے مجموعی فکر و فلسفے' نظریات و خدمات اور حیات و شخصیت سے مطابقت نہیں رکھتے' نئے نئے نظریے اور فلسفے کی بنیاد رکھنا نادان دوستی ہی کی ذیل میں آتا ہے۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ زیر بحث نظریہ اجتہاد ان کے شذوذ میں شمار کئے جانے کے قابل نہیں' بلکہ وہ تو ان کی فکری عظمت اور بالغ نظری کی دلیل ہے تو راقم سوال کرے گا کہ اگر ایسا ہے تو پھر مسلمانوں کے اہل علم و فکر میں اس نظریے کو پذیرائی نصیب کیوں نہیں ہوئی؟ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ علامہ کے پیش کردہ اس نظریے کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن اب تک اِسے سنجیدہ غور و فکر کا مستحق ہی نہیں سمجھا گیا اور کسی بھی حلقے نے اسے قبول نہیں کیا' جس کا اعتراف خود ڈاکٹر جاوید اقبال نے بھی کیا ہے چنانچہ وہ علامہ کے نظریہ اجتہاد اور اس میں ان کے تفردات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اجتہاد کے معاملے میں انہوں نے اس قسم کی وُسعت نظر کا مظاہرہ کیا ہے اور فقہ میں قرآن و سنت کی حدود میں رہتے ہوئے ایسی انقلابی تعبیریں ان کے ذہن میں تھیں جنہیں

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

قبول کرنے کے لئے اب تک نہ تو تقلید پسند اور تنگ نظر علماء تیار ہیں نہ مسلم قوم ——— اقبال اپنی تحریروں میں یہاں تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ ان کے نزدیک مسلمانوں کی ہر نسل گزشتہ نسلوں کے فقہی تعبیر یا اجماع کی پابند نہیں۔ بالفاظ دیگر وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی ہر نئی نسل فقہی مسائل کا حل وقت کے جدید تقاضوں اور اپنی بدلتی ہوئی ضروریات کو مدنظر رکھ کر کرے۔ اقبال یہ حق جدید جورس پروڈنس کے ماہر اور اسلامی فقہ کے اصولوں سے شناسا وکلاء اور ججوں (قاضیوں) کو دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ جس جرات فکر یا تحریک پر اصرار کرتے ہیں یا جس لبرل ازم کی طرف مسلمانانِ جدید کو لے جانا چاہتے ہیں' اسے ابھی تک کوئی بھی قبول کرنے پر رضامند نہیں ہوا"

(زندہ رود۔ ج ۳' ص ۶۵۸)

ڈاکٹر جاوید اقبال کی یہ صراحت ۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

کی آئینہ دار ہے۔ جس کے بعد اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہنا چاہیے۔ کہ علامہ اقبال کا نظریہ اجتہاد بالکل اچھوتا' منفرد اور شاذ ہے اور اسے علماء اور مسلم قوم نے جس طرح اب تک قبول نہیں کیا ہے' آئندہ بھی اسے قبول نہیں کیا جانا چاہیے۔ جو لوگ ایسی نا قابل قبول شاذ رائے کے منوانے پر اصرار کرتے ہیں' وہ علامہ اقبال کے ساتھ ناانصافی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ایک موقعے پر تنبیہہ فرمائی تھی۔

" آج کل ڈاکٹر اقبال کے نام سے متعدد رسائل نکل رہے ہیں اور مجلسیں قائم ہو رہی ہیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اشخاص بھی بہ تدریج ترقی کر کے منزل مقصود کے احاطے میں داخل ہوتے ہیں اور ان کے خیالات بھی اسی تدریج کے ساتھ کمال کو پہنچتے ہیں اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ ہر شئے جو ڈاکٹر اقبال کے کلام کے فائل میں نکل آئے' وہ ان کی تعلیم ہے تو وہ سراسر غلط ہوگا۔ بلکہ وہی چیزیں ان کی تعلیمات کے عناصر ہوں گی جن پر ان کے قلم نے ایک مدت کی تلاش کے بعد آرام کی سانس لی اور جس منزل پر پہنچ کر ان کے خیال کے مسافر نے اقامت اختیار کی۔ اس بنا پر آج کل رسالوں کے کارخانوں میں جو مال تیار ہوتا ہے اور اس پر ڈاکٹر اقبالؔ کے نام کا مارکہ لگا کر جو دکان داری کی جا رہی ہے وہ ہمت افزائی کے لائق نہیں۔ ع کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستاں میری"

("معارف" اعظم گڑھ' مئی ۱۹۴۲ء۔ بحوالہ "اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں" ص ۱۳۱)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

علامہ کا اپنے "نظریہ اجتہاد" سے رجوع

مولانا سید سلیمان ندوی نے جس بات کی طرف اشارہ کیا ہے، اس نقطہ نظر سے اگر علامہ کے نظریہ اجتہاد کا جائزہ لیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے اپنے اس نظریہ اجتہاد سے رجوع کر لیا تھا کیونکہ اس کے بعد انہوں نے اس کے برعکس خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے یہ "خطبات" ۱۹۲۲ء میں انگلستان میں زیرِ طبع تھے (اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں۔ ص ۱۶۷) جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ خطبات ۱۹۲۲ء سے بھی کئی سال قبل تحریر کئے گئے تھے اور یہ دور وہ تھا جب ترکی میں انجمن اصلاح و ترقی اور اس کے سرکردہ رہنما مصطفےٰ کمال اور ان کے دیگر ہم نوا ایک طرف ترکی کی اصلاحِ ترقی کے لئے مختلف کوششوں میں سرگرم تھے اور دوسرے ترکی کی بعض ریاستوں (بلقان و یونان و سمرنا وغیرہ) پر اتحادی فوجوں نے جو قبضہ کر لیا تھا، ان کے خلاف حرب و ضرب میں مصروف تھے اور اس میں انہوں نے خاصی کامیابی حاصل کی اور اتحادی فوجوں کو مار بھگایا۔ مصطفےٰ کمال کی یہی شہامت و شجاعت تھی جس نے اسے ترکی کی بازیافتہ ریاستوں میں ہیرو کا مقام عطا کر دیا تھا۔

لیکن جب ۱۹۲۴ء میں مصطفےٰ کمال نے خلافت اسلامیہ کا خاتمہ کر کے اور ترکی کی اسلامی حیثیت ختم کر کے اسے سیکولرازم اور مغربیت کے راستے پر ڈال دیا (جس کی کچھ تفصیل پہلے گزر چکی ہے) تو علامہ نے مصطفےٰ کمال سے بھی مایوسی کا اظہار کیا اور اس پر تنقید کی، جیسا کہ علامہ کے یہ اشعار و خیالات پہلے نقل کئے جا چکے ہیں۔ اسی ضمن میں ان کا یہ شعر بھی ہے۔

چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا　　　سادگی مسلم کی دیکھ اَوروں کی عیاری بھی دیکھ

جس سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ علامہ نے پہلے ترکی اجتہاد کی جو تعریف کی تھی، بعد میں مصطفےٰ کمال کے اقدامات دیکھ کر اس پر انہوں نے نظرثانی کر لی تھی۔ اس کی تائید ان خطوط سے بھی ہوتی ہے جو مولانا سید سلیمان ندوی کے نام پر جن کے بعض اقتباسات گزر چکے ہیں جن سے ان کے اس نظریے کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ایسی تعبیر و تشریحِ جدید کے قائل نہیں رہے تھے جس کے نتیجے میں ہر اسلامی ملک میں الگ الگ احکامِ شرعی مرتب ہو جائیں اور یوں ملتِ اسلامیہ کی وحدت پارہ پارہ ہو جائے، جیسا کہ ان کے اس نظریہ اجتہاد سے مستفاد ہوتا ہے۔ جسے اب بعض حلقے "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" کے حوالے سے پیش

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کر رہے ہیں۔

بہرحال اس توجیہ و تطبیق سے اگر کوئی حلقہ مطمئن نہیں ہوتا اور اس کا اصرار ہے کہ علامہ اپنے نظریہ اجتہاد پر ہی قائم رہے تو ہم پھر یہی عرض کریں گے کہ علامہ کا یہ نظریہ اپنے اندر نہایت خطرناک مضمرات رکھنے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے اس سے اس تجدد اور مغربیت ہی کی حوصلہ افزائی ہو گی جس کو وہ خود بھی سخت ناپسند کرتے تھے۔ اور اپنے اشعار میں ان پر زور دار تنقیدیں کی ہیں اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اس سے بچانے کی بھرپور سعی کی ہے ــــ اس لئے ہم مولانا سید سلیمان ندوی کی زبان میں اس امر کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ اقبالؒ

"ہندوستان کی آبرو' مشرق کی عزت اور اسلام کا فخر تھا ـــــــــــــ ایسا عارف فلسفی' عاشقِ رسولؐ شاعر' فلسفہ اسلام کا ترجمان اور کاروانِ ملت کا حُدی خواں صدیوں کے بعد پیدا ہوا تھا اور شاید صدیوں کے بعد پیدا ہو۔ اس کے ذہن کا ہر ترانہ بانگ درا' اس کی جان حزیں کی ہر آواز زبور عجم' اس کے دل کی ہر فریاد پیام مشرق اور اس کے شعر کا ہر ہر پَر پرواز بالِ جبریل تھا۔ اس کی عمر گو ختم ہو گئی لیکن اس کی زندگی کا ہر کارنامہ' جاوید نامہ بن کر ان شاء اللہ زندہ رہے گا"

("معارف" مئی ۱۹۳۸ء بحوالہ اقبال! سید سلیمان ندوی کی نظر میں' ص ۱۱۶-۱۱۷)

لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہیں گے کہ ان کی ہر بات آسمانی نہیں۔ ہر فکر' وحی و تنزیل نہیں اور ہر فرمودہ خطاء و زلل سے محفوظ نہیں ۔ انسان کتنا بھی بڑا ہو لیکن انسانوں میں یہ مقام عصمت صرف انبیاء علیہم السلام ہی کو حاصل ہے۔ ہمیں اقبال کو 'اقبال' ہی رہنے دینا چاہیے۔ اسے پیغمبر معصوم بنانے سے گریز کرنا چاہیے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

من آنچہ شرط بلاغ است باتومی گویم

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ